احسان الٰہی ظہیر

شیعہ مجالس
اور
سنی علماء

محرم الحرام کا مہینہ گزر چکا ہے اس ماہ کے ساتھ کئی خوشگوار اور ناخوشگوار یادیں وابستہ ہیں۔ خوشگوار یہ کہ اسی مہینہ میں قوم موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی چیرہ دستیوں سے نجات ملی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی خوشی میں نو اور دس محرم کے روزہ رکھنے کی سنت جاری فرمائی۔

نیز اس کا مسرت آگیں پہلو یہ بھی ہے کہ اسلامی سال کی ابتداء اسی مہینہ سے ہوتی ہے لیکن اس ماہ سے کچھ تلخیاں بھی وابستہ ہیں

اول یہ کہ اسی مہینہ کی پہلی کو سرور عالم علیہ السلام کے وزیر، رفیق اور جاں نثار امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور

ثانیاً یہ کہ اسی ماہ کی دسویں تاریخ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کربلا میں شہید ہوئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں واقعات بے حد اندوہناک ہیں اور عام دنوں میں عموماً اور ان دنوں میں خصوصاً ان والا مرتبت ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کی یاد منائی جاتی ہے لیکن شیعہ دوست ان ایام میں کچھ زیادہ ہی اہتمام کرتے ہیں، مسئلہ

[illegible]

[illegible] حد تک ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور کیا جاتا ہے لیکن اس اختلاف میں تلخی
اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہمارے یہ بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کے
ضمن میں دوسرے اسلاف اور اکابرِ امت پر طعن توڑنے اور حملہ کرتے ہیں اور اس
سلسلہ میں اہلِ سنت کی پوری عالی ظرفی اور رواداری کے باوصف اپنی کم ظرفی اور
[illegible]دل پروری سے باز نہیں آتے۔

ہم نے اس معاملہ میں کئی تلخ تجربے کیے ہیں کہ اہل سنت کے علماء، خطیب اور
ادیب تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام منعقد کئے جانے والے جلسوں میں بھی شرکت کر لیتے
ہیں لیکن شیعہ حضرات ان ہی مجالس میں جن میں اہل سنت بھی مدعو کیے ہوتے ہیں
صحابہ پر تشنیع کرنے سے نہیں چوکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اتحادِ امت کی زبردست خواہش
رکھنے کے باوجود ہم اپنے آپ کو کبھی ایسی مجالس و محافل میں شرکت پر آمادہ نہیں پاتے۔
اگرچہ کئی دفعہ ہمیں اصرار سے ان میں شمولیت کی دعوت دی گئی، لیکن ہم ان کم سواد اور
جاہ پسند شہرت کے طلب گار سنی علماء کے رویہ پر اپنی حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ
سکتے جو ان محافل و مجالس کی آرائش و زیبائش تو بنتے ہیں لیکن سرورِ عالم علیہ السلام
کے جلیل القدر اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے متعلق ہونے والی ہرزہ سرائیوں کا
کوئی نوٹس تک نہیں لیتے۔ حالانکہ اگر خود ان کی اپنی "ذات گرامی" کے بارہ میں کوئی ادنیٰ
سی گستاخی کا کلمہ بھی نکل جائے تو ان کے خون سفید اور چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں اور
اسی کا لک سے [illegible] اپنی زبان اور قلم کے لیے سواد مہیا کرتے ہیں۔

یہ چند کلمات ہمیں [illegible] لیے لکھنے پڑے کہ اس وقت ہمارے سامنے ایک شیعہ
ہفت روزہ "شہید" کا ایک خاص [illegible] "کربلا نمبر" پڑا ہے۔ اس کے ابتدا میں اہل
سنت کے تقریباً سبھی گروہوں سے تعلق رکھنے والے علماء کے خصوصی پیغامات ہیں،
اور ان میں مولانا مودودی سے لے کر شاہی مسجد کے خطیب [illegible] صاحب دیوبند کے
مولانا عبدالحلیم قاسمی [illegible] محمود احمد رضوی تک کے [illegible] گرامی شامل
ہیں اور اس شمارہ کا افتتاح ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"کربلا کے تاجدار کو جو جاں نثار ملے نہ کسی نبی کو ملے نہ کسی ولی کو نصیب ہوئے" [1]

اور:۔

شاہ فرماتے تھے ایسے ہیں ہمارے انصار!
ناناصاحب کے بھی اس طرح کے انصار نہ تھے [2]

اور پھر اس پرچے کا پہلا مضمون ہے "امام حسین علیہ السلام کا تعارف" جسے سید ابن حسن جارچوی نے لکھا ہے اور اس میں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر اور خلفاء راشدین پر چوٹیں کی گئی ہیں۔ ان کو کوئی غیرت مند مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"چاہنے والے نانا اور محبت کرنے والے معلم و مربی کے بعد امام حسین کی دنیا تاریک ہوگئی۔ اندر ماں کو ماتم کرتے دیکھتے باہر باپ کی کس مپرسی اور بے یاری نظر آتی تو دل پر چوٹ پڑتی، کل آپ کا گھر مرجع خلائق اور مرکز وحی و الہام تھا۔ آج باہر سناٹا ہے اور اندر خاک اڑ رہی ہے ایک نانا کے دم سے ساری رونق تھی وہ کیا مرے کہ ساری بہار رخصت ہوگئی اور اب گویا وہ نبی زادے ہی نہیں رہے اور ان کے جو فضائل اور مراتب کل تک تسلیم کیے جاتے تھے ان سے وہ یک لخت عاری ہو گئے، ماں باپ پر جو مصائب پڑے اور انقلاب حکومت سے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا حسین کے کردار اور سیرت نے اس سے بھی زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ ان کو یہ بھی نظر آیا کہ دنیا طوطے کی طرح آنکھیں اور زمانہ گرگٹ کی طرح سے رنگ بدل رہا ہے .... حکومت کے دور اول، دور ثانی اور دور ثالث کے پورے حالات ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی تھے۔ ہاشمی گھرانے کا اقتدار

---

[1] "شہید" لاہور کربلا نمبر ۱۹۷۱ء ص ۱۲ [2] ایضاً ص ۱۳

گھٹانے کے لیے حکومت کی مشین کے ہر کل پرزے کا حرکت میں آنا اور ہر ممکن کوشش کر کے نبی کی آل کو کنج گمنامی اور طاقِ تغافل کی نذر کرنا بھی انہوں نے دیکھا اور ضرورت کے وقت اربابِ اقتدار کی خوشامد درآمد اور تحسین وآفریں بھی"

اور آگے چل کر لکھا:۔

"جب حضرت عمر کی عمر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تو انہوں نے تعین خلیفہ کے لیے ایک کمیٹی بنا دی اور اس کمیٹی کے ذہن اور طباع حکم نے یہ شرط لگائی کہ جو کتاب خدا، سنتِ رسول اور سیرتِ شیخین پر عمل کرنے کا وعدہ کرے وہ خلیفہ ہو سکتا ہے۔ امام حسین کی عمر اس وقت اس قابل ہو چکی تھی کہ وہ گرد و پیش کے واقعات کا جائزہ لیں اور حکومت کو جانچیں، پرکھیں اور کسی مفید فیصلے اور قابل توجہ نتیجہ پر پہنچیں۔ انہوں نے دیکھا کہ افریقہ سے لے کر خراسان تک اور رومی حکومت کی سرحد سے لے کر بحر ہند تک کی بڑی چوڑی سلطنت کو باپ نے ٹھکرا دیا مگر اپنے پیش رو بادشاہوں کی روش پر چلنے کا زبانی وعدہ تک نہ کیا"

اور:۔

"انہوں نے باپ سے پوچھا ہو گا کہ کیا وجوہ تھے جو آپ نے اتنی بڑی مملکت ہاتھ سے نکلنے دی اور بادشاہوں کی سیرت پر چلنے کا زبانی اقرار بھی مناسب نہ سمجھا۔ علی نے جواب میں جو کچھ کہا ہو گا اس نے امام حسین کے کردار میں یہ مضبوطی پیدا کی ہو گی کہ جان دے دیں۔ گھر بار لٹا دیں مگر اللہ کی طرف سے مقرر نہ ہونے والے امیر کی وفاداری کا حلف نہ اٹھائیں"

پھر عثمان ذی النورینؓ پر یوں نجاست باطنی کے چھینٹے دیے گئے:۔

"تیسری خلافت طوفان باد وبرق کی طرح آئی اور سارے عالم اسلام میں گھٹائیں چھا گئیں، گرجیں اور برسیں۔ بنی امیہ ملک پر مسلط ہو گئے

اور رعایا دکھ درد سے چلا اٹھی۔ ایک دن امام حسین نے دیکھا کہ رسول کا بوڑھا صحابی عمار یاسر پٹ رہا ہے۔ دوسرے دن یہ نظر آیا کہ ابوذر غفاری اونٹ کی برہنہ پشت پر بندھے ہوئے شام سے مدینہ لائے گئے ہیں اور حبشی ساربان اتنی تیزی سے اونٹ کو ہنکا رہا ہے کہ بوڑھے صحابی کا ہر جوڑ اور بند ہل رہا ہے اور جسم کا ہر حصہ زخمی ہے اور آپ نیم بے ہوشی کے عالم میں مدینہ پہنچے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ساربان کو معاویہ نے یہی حکم دیا تھا اور معاویہ کو مرکزی حکومت کا یہی فرمان پہنچا تھا کہ ابوذر کو ایک ایسے اونٹ پر سوار کر کے شام بدر کر دیا جائے کہ وہ ہمارا اور تمہارا ذکر بھول جائے"۔ [1]

اسی پرچہ میں آگے چل کر ایک اور مضمون "انصارِ حسینؓ" کے عنوان سے سید ظفر حسین امروہی کا ہے جس میں انبیاء کے انصار کا ذکر ہے۔ پہلے حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں کا پھر حضرت طالوت کے ہمراہیوں کا بعد میں حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب کا اور آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا۔ چنانچہ سید ظفر حسین لکھتے ہیں:

"چوتھی مثال حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ احد میں حضرت کے ساتھ بڑے بڑے دعوے دار ہیں۔ جلوت و خلوت میں رسول کے ساتھی بنے رہتے ہیں۔ لیکن جب رسول مقبول پر حملہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کے دشمن گھیرا میں لے لیتے ہیں تو سب بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور کوئی پہاڑ پر چڑھ رہا ہے تو کوئی دروں میں چھپ رہا ہے۔ رسول آواز دے رہے ہیں کہ اے جانے والے کہاں جا رہے ہو۔ فتح کا یقین دلایا جا رہا ہے مگر سنے کون رسول سے زیادہ اپنی جان پیاری ہے۔ یہی صورت حنین میں پیش آ رہی ہے۔ باآواز بلند پکارا جا رہا ہے کہ واپس آؤ مگر کون آئے؟ جان ہے تو جہان ہے یہ تھے کچھ اصحاب و انصار رسول اکرم کے"۔ [2]

---

[1] شہید کربلا نمبر ص ۳۱، ۳۲

[2] " " " ۴۱

اور پھر اس کے مقابلہ میں انصارِ حسینؓ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ کن الفاظ میں اور کس انداز سے ؟ :-

"آیئے اب اس جنگ کا حال سنائیں جو دنیا کی ایک انوکھی اور بے مثال جنگ تھی .... چالیس ہزار فوج (اسی قسم کے مبالغے شیعیت کی بنیاد ہیں۔) کا مقابلہ صرف بہتر سرفروشوں سے تھا۔ یہ کرایہ کے ٹٹو نہ تھے، یہ تنخواہ پانے والے ملازم نہ تھے۔ یہ ایمان کے پیکر تھے۔ یہ خدا پرستی کی جان تھے۔ یہ آل رسول کے حق شناس تھے۔ یہ حق کو باطل سے جدا کرنے والے تھے .... یہ اصحاب موسیٰ نہ تھے۔ یہ اصحاب طالوت نہ تھے۔ یہ حسین علیہ السلام کے اصحاب و انصار تھے .... کس قدر فرق تھا اصحاب رسول اور اصحاب حسین میں۔ رسول کے بار بار فتح کا مژدہ سنانے کے لوگ بے تحاشا بھاگے چلے جاتے تھے، حسین باوجودیکہ بار بار قتل ہو جانے کی خبر دیتے تھے لیکن کیا ممکن کہ ان میں سے کوئی ترکِ نصرت کا خیال تو دل میں لائے" [1]

یہ انہی اصحابِ رسول علیہ السلام پہ طعن و تعریض ہے کہ خداوند عالم نے اپنے کلامِ پاک میں جن کی مدح فرمائی ہے اور آسمانوں سے جن کے لیے اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ نازل فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے :-

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ .... ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [2]

کہ اللہ نہ صرف ان سے راضی ہو گیا اور انہیں راضی کر دیا بلکہ جو ان کے نقشِ قدم

---

[1] رسالہ مذکورہ ص ۴۱، ۴۲

[2] سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰

پہ چلا وہ بھی کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار ہو گیا۔
اور سرور عالم رسولِ اعظم نے جن کے متعلق ارشاد فرمایا :۔

الا　لا تتخذوا اصحابی غرضا من بعدی فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ومن اذاہم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[1]

خبردار میرے ساتھیوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور کوئی ناروا کلمہ زبان سے نہ نکالنا کہ جس نے انہیں محبوب جانا اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے پیار کیا اور جس نے ان سے دشمنی کی میری عداوت کی وجہ سے اور جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے دکھ پہنچایا اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا اس نے اللہ کو ناراض کیا۔

آگے چل کر ایک اور مضمون "بنتِ اسحاق اور امام حسین" میں خال المومنین حضرت امیر معاویہؓ پر یوں دشنام طرازی کی گئی ہے :۔

"معاویہ گہرے فکر میں ڈوب گیا وہ بستر پر پڑا ہوا سوچ رہا تھا، مکر و فریب میں سارے عرب میں اس کا جواب نہیں تھا۔ اس کی ہوشیاری اور چابک دستی بہت مشہور تھی" [2]

ایک اور مضمون "سیاستِ زبانیہ اور حسین" میں حواری رسول امین علیہ السلام حضرت زبیر بن العوامؓ اور ان کے جلیل القدر صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو ان الفاظ سے نوازا گیا ہے :۔

"مکہ مکرمہ میں عبد اللہ بن زبیر جیسا چالاک سیاسی حریف موجود تھا۔ اگرچہ وہ صبح و شام سیاسی مصالح کی بنا پر حاضر خدمت ہوتا تھا اور نمائشی ہمدردیوں کا اظہار بھی کرتا تھا مگر مکہ میں سیاسی لیڈر بننے کا تقاضا تھا کہ وہ نواسۂ رسول کے طولانی قیام کو برداشت نہ کرے۔ امام حسین جانتے تھے کہ عبد اللہ بن زبیر کی ذات ان کے باپ کے خلاف جنگ جمل کے اقدام

---

[1] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ
[2] رسالہ مذکورہ ص ۲۲

کا ایک باعث ہوئی تھی۔ اور یہی عبد اللہ بن زبیر تھا جس نے زبیر جیسے وابستہ دامان اہل بیت صحابی کو جناب امیر سے الگ کر لیا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ زبیر جیسا مخلص اپنے اخلاص کو ختم کر کے جنگ جُو حریف بن کر میدان میں آگیا تھا۔" ؎۱

اور اسی رسالہ کے آخری مضمون "واقعہ کربلا پر پردہ پوشی کے ناکام حربے" میں صحابہ کے ساتھ اہل سنت کے دیگر اسلاف امام ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ اور مولینا رشید احمد گنگوہیؒ کو بھی معاف نہیں کیا گیا ؎۲

اور پھر اس پرچے میں نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور خلفاء راشدین کی اہانت کی گئی بلکہ سرور عالم علیہ السلام کی ذات گرامی کی شخصیت والا کو بھی کم کرنے اور ارض کعبہ کی تحقیر سے بھی دریغ نہیں کیا گیا اور مسئلہ توحید تو ویسے ہی شیعہ بھائیوں کے ہاں کوئی حیثیت واہمیت نہیں رکھتا۔

چنانچہ شہید کے ایک شاعر لکھتے ہیں۔

قلب احمد میں ہے قرآں دوش احمد پر حسین
ایڑیاں بیٹے پہ اور نانا سے بالاتر حسین

اور:

مصطفٰے حق کے ہیں قاصد اور مقصد ہیں حسین
صبر کی وہ ابتدا ہیں صبر کی حد ہیں حسین

اور پھر کس طرح سرور عالم سے انہی کی نسبت سے شرف پانے والے کا تقابل کیا جاتا ہے:

خود نظر میں تول لیں جو عاشقان آل ہیں
یاں محب اللہ وہ ہیں یہ علی کے لال ہیں

؎۱ رسالہ مذکورہ ص ۹۶، ۹۷

؎۲ " " ص ۱۰۸، ۱۰۹

وہ پلے بی بی حلیمہ سعدیہ کے شیر سے
پرورش پائی انہوں نے فاطمہ کے شیر سے
ہر محل میں شامل اجزائے لازم آپ ہیں
دین کے بانی ہیں پیغمبر ستم آپ ہیں [1]

اور توحید کی دھجیاں اس طرح اڑائی گئی ہیں :-

تو بھی ہے قاضی حاجات بعنوان علی
آشنا نے یہ ترے لطف دعا ہے عباس
اس کی نصرت کے لیے حیدر صفدر آئے
جس نے مشکل میں ترا نام لیا ہے عباس
ذوق ساجد کے لیے منزل سجدہ ہے یہی
نقش پا تیرا مقدر سے ملا ہے عباس [2]

اور "آئینہ امامت" نامی نظم کا مطلع ہے :-

میری مجال کیا جو علی کو خدا کہوں
لیکن خدا کے نور سے کیسے جدا کہوں
شاہد کلام پاک کہ حق کا ہے تو امام
پھر کیوں نہ تجھ کو والی قدر و قضا کہوں
خیبر گواہ ہے تجھ کو پکارا رسول نے
پھر کیوں نہ بے دریغ میں مشکل کشا کہوں
تلوار دی خدا نے تو دختر نبی نے دی
نفس نبی بجا ہے کہ نفس خدا کہوں [3]

---

[1] از نظم "حسین اور رسالت مآب" ص ۱۵ تا ۱۹
[2] نظم قاضی الحاجات ص ۲۳
[3] ص ۴۹

اور ارض کعبہ مکہ مکرمہ کی توہین اس طرح کی گئی ہے کہ ارض کربلا کو اس پر فضیلت دینے کے لیے من گھڑت اور خانہ ساز روایتوں کا انبار لگایا گیا ہے چنانچہ اس بستی مقدس پر جس کی رب کعبہ نے اپنے کلام پاک میں قسم کھائی ہے اور جسے بلدۃ امین کے لقب سے سرفراز کیا ہے۔ فرمایا :-

لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ [1]

مجھے مکہ مکرمہ کی قسم۔

اور فرمایا :-

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ ○ [2]

اس شہر امین مکہ معظمہ کی قسم

اور جسے خود مبارک قرار دیا۔ ارشاد ہے :-

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّ هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ ○ فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا [3]

بے شک وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے اور جسے برکت دی گئی ہے اور پوری دنیا کے لیے راہنما ہے اس میں اللہ کے کھلے نشان ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو گا وہ امن میں ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا :-

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا [4]

---

[1] سورۃ البلد آیت نمبر ۱

[2] سورۃ التین آیت نمبر ۳

[3] سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۶، ۹۷

[4] سورہ نمل آیت ۹۱

مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر (مکہ مکرمہ) کے رب کی عبادت کیا کروں جس کو اس نے محترم بنایا ہے۔

اسی شہر مقدس و محترم پر جسے سرور عالم علیہ السلام کا مولد و مسکن اور وحی کا پہلا مہبط ہونے کا شرف حاصل ہے۔ شہید کا ایک مضمون نگار کربلا کو یوں فوقیت دیتا ہے۔

"ان الله اتخذ ارض کربلاء حرما امنا مبارکا قبل ان یخلق ارض الکعبة

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی زمین پیدا کرنے سے پہلے زمین کربلا کو حرم اور امن کا مقام اور برکت کی جگہ بنایا۔ سید الشہداء کی سکونت سے ایک ہزار سال قبل زمین کربلا ملائکہ کی زیارت گاہ تھی، کوئی نبی ایسا نہیں گزرا مگر یہ کہ اس نے کربلا کی زیارت کی اور ہر ایک کی زبان سے یہ کلمہ جاری ہوا:۔

انک بقعة کثیر الخیر فیک یدفن القمر الازهر

کہ اے زمین کربلا تو وہ بقعہ ہے جس میں خیر کثیر ہے اور تجھ میں ایک روشن چاند دفن ہو گا"

اور آگے چل کر لکھا کہ:۔

"جب مکہ کی زمین نے فخر کیا اور کہا کون ہے میری مثل کہ اللہ تعالےٰ نے بیت اللہ کو میری پشت پر بنایا اور دنیا کے انسان دور دراز سے ہر سال میرے پاس آتے ہیں تو اللہ نے وحی کی اے کعبہ کی زمین ٹھہر اور اپنے مقام سے تجاوز نہ کر جو کچھ فضیلت میں نے زمین کربلا کو دی ہے اس کے مقابل ہر ایک فضیلت اس طرح ہے جس طرح بحر ذخار سے سوراخ میں پانی چلا جائے یعنی باقی زمین کربلا کے مقابل ایک سوئی کے سوراخ کے پانی کے برابر ہیں۔ اگر کربلا کی مٹی نہ ہوتی تو تجھے پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اگر وہ ہستی نہ ہوتی جو کربلا کی زمین میں پنہاں ہوگئی تو تجھے پیدا کرتا نہ اس گھر کو پیدا کرتا جس کا تو فخر کر رہی ہے۔ اپنے مقام کو پہچان کر ٹھہر جا،

اور کربلا کی زمین کے سامنے جھک جا ذلیل ہو جا تکبر نہ کرنا ورنہ تجھ کو جہنم میں ڈال دوں گا۔"

اور آخر میں ایک اور روایت نقل کی گئی ہے کہ کعبہ اور اللہ کے درمیان ارضِ کربلا کے بارہ میں مکالمہ ہوا جس کے آخر میں خدا نے فرمایا :-

"یہ وہ زمین ہے کہ جس کی میں نے قسم اٹھائی ہے کہ جو اس میں دفن ہوگا اس پر عذاب نہیں کروں گا اور نہ یوم قیامت اس سے حساب لیا جائے گا۔"

کعبہ نے عرض کی :-

"پالنے والے اور وضاحت فرما کہ یہ کون سی سرزمین ہے ؟"

فرمایا کہ :-

"یہ وہ زمین ہے جس کے لیے میری ذات نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے چالیس ہزار سال پہلے قسم اٹھائی ہے کہ اس کو مع ساکنین کے یوم قیامت اٹھا کر عرش پر رکھوں گا۔"

کعبہ نے کہا :-

"معبود حقیقی ذرا اور وضاحت فرما۔"

اللہ نے کہا :-

"یہ وہ زمین ہے جس کسی نے اس کی مٹی پر سجدہ کیا تو گویا اس نے ہزار سال میرا سجدہ کیا اور ہزار حج بیت اللہ کیا اور ہزار سال نماز قائم کی اور روزہ رکھا۔"

کعبہ نے کہا :-

"مولا کریم ذرا اور تفصیل فرما دے۔"

فرمایا :-

"یہ وہ زمین ہے کہ جس پر محمد مصطفٰے کا نواسہ . جوانانِ بہشت کا سردار

ابوعبداللہ حسین شہید ہوگا۔ اور عترت طاہرہ اور اصحاب بررہ کے ساتھ دفن ہوگا، اس وقت مکہ کی زمین بہت روئی۔" ؎

قطع نظر اس کے کہ اس میں کس قدر کذب اور افترا پردازی سے کام لیا گیا اور نواسہؓ کا نام لے کر انہیں ناناؐ سے افضلؐ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس قدر مکہ معظمہ کی توہین وتصغیر ہے وہ ظاہر ہے۔ افسوس کہ سنی علماء اپنے نام چھپوانے کے شوق میں کس طرح دین حنیف اور مسلک اہل سنت کی پائمالی کو برداشت کرلیتے ہیں۔ اور یہ وہی علماء عظام ہیں جو اپنے سے معمولی اختلاف رکھنے والے کو سلام کرنے کے بھی روادار نہیں لیکن صدیق و فاروق و ذی النورین اور جلیل القدر اصحاب نبیؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات مقدسہ کی تحقیر اور کعبہ وحرمین کی توہین ان کے نزدیک کوئی قبیح فعل نہیں۔ اس پر اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے

خوف خدائے پاک دلوں سے نکل گیا
آنکھوں سے شرم سرورِ کون ومکاں گئی

اور اس بارہ میں ان کا یہ عذر بھی قابل قبول نہیں کہ انہیں پہلے سے اس بات کی خبر نہ تھی کہ اس خاص نمبر میں کیا کچھ چھپے گا۔ اس لیے کہ:

اولاً۔ جس پرچے کے بارہ میں انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ اس میں کیا کچھ شائع ہوگا، اور کیا کچھ شائع ہوتا ہے اس کے لیے پیغام بھیجنے میں کیا تک ہے؟ سوائے نام کی شہرت اور شیعہ حضرات کے ہاں تقریب کے؟

ثانیاً۔ کیا انہوں نے اس پرچے کی اشاعت کے بعد اس پر کوئی اعتراض کیا، جب کہ ہم نے قصداً اس پر دو ماہ کی تاخیر سے قلم اٹھایا کہ شاید کسی کا ضمیر جاگ اٹھے لیکن اس پورے دو ماہ کے طویل انتظار کے بعد بھی "شہید" میں اس پر کوئی نوٹ چھپا اور نہ ہی ان "بزرگان کرام" کے اپنے ذاتی اور جماعتی رسائل وجرائد میں اس

؎ شہید کربلا نمبر مضمون شرافت کربلا سموات وارضین پر ص ۵۹-۶۰

پر کوئی "نکیر کی گئی۔

ثالثاً۔ نہ شہید کی یہ روش ڈھکی چھپی ہے اور نہ شیعہ حضرات کا عقیدہ "شہید" میں اور شیعہ کے دوسرے پرچوں میں مسلسل اسی قسم کے مضامین چھپتے ہی رہتے ہیں اور صحابہ پر طعن وتشنیع شیعہ کے بنیادی عقاید میں داخل ہے۔ چنانچہ ان کی کتب قدیمہ و جدیدہ اسی قسم کے سبّ وشتم سے بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ اس وقت شیعہ کی قدیم ترین اور مستند ترین رجال کی کتاب ہمارے سامنے رکھی ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

کان الناس اهل الردة بعد النبي صلى الله عليه وسلم الا ثلاثة المقداد بن الاسود وابو ذر الغفاري وسلمان الفارسي۔

کہ حضور اکرم کی وفات کے بعد تین افراد مقداد، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی کے علاوہ سب مرتد ہو گئے"[1]

اور اسی کے تھوڑا سا آگے مہاجرین وانصار کا نام لے کر کہا گیا:

المهاجرون والانصار ذهبوا الا ثلاثة

ماسوا تین افراد کے تمام مہاجرین وانصار دین چھوڑ بیٹھے"[2]

اور اسی کتاب کے ص ۲۰ پر فاروق اعظمؓ کی طرف جاہلیت کو نسبت دی گئی اور ص ۲۸ پر ذی النورینؓ پر سبّ وشتم کیا گیا اور ص ۳۰ پر انہیں خیانت سے متہم کیا گیا اور ص ۴۱ پر صدیق اکبرؓ کو جہنمی (عیاذ باللہ) اور خاندان صدیقؓ کو بدترین خاندان کہا گیا اور ص ۶۶، ۶۷ پر ام المومنین عائشہ صدّیقہؓ پر تعریض کرنے سے بھی حیا نہیں کی گئی۔ سرور کائنات کے چچا عباسؓ اور ان کے گرامی قدر صاحبزادوں کو ملعون

---

[1] حوالہ کے لیے دیکھیے رجال کشی ص ۱۲

[2] ص ۱۳ کتاب مذکور باب سلمان فارسی

تک کہنے سے دریغ نہیں کیا گیا۔

بہر حال یہ ایک الگ المناک داستان ہے مقصود صرف یہ تھا کہ یہ شیعہ کا مذہب ہے اور ان لوگوں کو جن کی بے خبری اور جہالت کا عالم یہ ہے کہ وہ اس بنیادی چیز کو بھی نہیں سمجھتے انہیں سنیوں کی طرف نسبت اور ان کی نمائندگی پہ شرم کرنا چاہیے۔

ہمیں بہر حال مدیر "شہید" کی اس جرأت کی داد دینی چاہیے کہ اس نے اپنے "اکابر" علماء سنت کی رواداری اور مداہنت کے باوجود پوری مردانگی سے اپنے مسلک کو بیان کیا اور کسی قسم کی منافقت روا نہیں رکھی ہے۔ یہ الگ بات کہ ہم اس منافقت کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ اس طرح کے کچوکے اور چرکے بھی ہمارے خفتہ ضمیروں کو بیدار کرنے میں ناکام رہتے ہیں

اس سلسلہ میں ہمیں سب سے زیادہ گلہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے ہے کہ جن کا احترام ہمیں ہمیشہ ان کی غلطیوں پر گرفت کرنے سے باز رکھتا رہا اگرچہ وہ خود کسی کی غلطی کو معاف کرنیکے روادار نہیں چاہے وہ صحابی ہی کیوں نہ ہو، کہ ان کو تو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا اور اگر بے علمی میں (جس کا کم از کم ہم تصور بھی نہیں کر سکتے) ایسا ہو گیا تھا تو جماعتی پرچوں میں اس پر گرفت ہونی چاہیے تھی یا ترجمان القرآن میں ملک غلام علی صاحب ہی اس پر کچھ رقم فرما دیتے کہ حضرت معاویہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے بارہ میں مولانا مودودی صاحب کی خوردہ گیری پر کوئی گرفت کرتا ہے تو ملک صاحب خم ٹھونک کر حضرت معاویہ و عثمان رضی کے مقابلہ اور مولانا مودودی صاحب کی حمایت میں ترجمان القرآن میں قلم سنبھال کر نکل آتے ہیں لیکن صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ پہ ہونے والی ہرزہ سرائی پہ انہیں کوئی تحریک نہیں ہوئی۔

بہر حال یہ چند صفحات ہم نے صرف اس لیے سیاہ کیے ہیں کہ کاش سنی علماء اتحاد و اتفاق میں اس حد تک اپنے آپ کو پستی میں نہ گرا دیں کہ انہیں صدیق کی عظمت، فاروقؓ کی جلالت، عثمانؓ کی عفت، عائشہؓ کی آبرو اور اصحاب رسولؐ

کے تقدس ہی کا کوئی خیال باقی نہ رہے۔ رہی بات اتحاد کی تو اتحاد شیعہ کی مجلسوں کو رونق دیے بغیر اور ان کی بزم آرائیوں میں شرکت کیے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جس طرح شیعہ ہمارے جلسے اور جلوسوں میں شمولیت کے باوجود اپنے آپ کو اتحاد کا داعی اور علمبردار ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اتحاد کے لیے اپنے مسلک سے روگردانی اور اپنے معتقدات سے برگشتگی کوئی شرط نہیں ہے اور اگر یہ شرط ہو تو شیعہ حضرات زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ ان سے ان کے معتقدات سے علیحدگی کا مطالبہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ جذبات کو ٹھیس پہنچاتے اور ہماری عقیدتوں اور محبتوں کو مجروح کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اہل سنت کا کوئی عقیدہ اور نظریہ شیعہ کے جذبات کی شکستگی پر مبنی نہیں۔ ہم تمام ائمہ کا احترام کرتے ہیں اور ان کے اسلاف کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جب کہ وہ ہمارے تمام اسلاف کو کافر اور جہنمی تک کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اس لیے اگر اتحاد کی خواہش ہو تو دونوں طرف سے ہونا چاہیے۔ ایک طرف سے اور وہ بھی بلا شرط قطعاً غیر مفید اور غیر مؤثر ہے۔

الحاصل ہمیں اب بھی شیعہ بھائیوں سے کچھ نہیں اپنے سنی بھائیوں ہی سے یہ عرض کرنا ہے کہ ہمیں کم از کم اپنی عزت اور خود داری کا تو ضرور پاس رکھنا چاہیے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات!

آئندہ شمارہ میں دیگر علمی اور دینی شہ پاروں کے ساتھ ساتھ

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

مرزائی پرچے "الفرقان" ربوہ کے اہل حدیث پر کیے گئے اعتراضات اور غلام قادیانی کی طرف سے معذرت پر ایک معرکہ آرا مضمون ملاحظہ فرمائیے۔ (ادارہ)